ابراھیمی قربانی میں ہمارے لئے سبق

(خطبہ عیدالاضحیہ فرمودہ ۱۷ر ستمبر ۱۹۸۳ء بمقام مسجد اقصیٰ ناندی۔ فجی)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت فرمائیں:

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۱۰۰﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ
الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ
قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا
تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ
الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۴﴾ ۚ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ
یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۵﴾ ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی
الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۷﴾ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ
عَظِیْمٍ ﴿۱۰۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۰۹﴾ ۖ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ﴿۱۱۰﴾
كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾

(الصّٰفّٰت: ۱۰۰-۱۱۲)

اور پھر فرمایا:

قرآن کریم کی جن آیات کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے ان میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ گزرنے والا وہ واقعہ بیان ہوا ہے جس کی یاد میں ہزاروں سال سے لوگ

عید مناتے چلے آرہے ہیں۔

انسان کی یہ بدقسمتی ہے کہ وہ واقعات کی روح کو بھول جاتا ہے اور اُن کے بدن کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے حالانکہ وہ بدن جن سے روحیں پرواز کر چکی ہوں وہ بدن لازماً گل سڑ جاتے ہیں اور دنیا کی کوئی طاقت پھر ان کو زندہ نہیں رکھ سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تمام مذہبی تہوار جن کی روحیں ان سے جدا ہو گئیں ان کے بدن آج گلے سڑے، لاشوں کی طرح ہمیں دکھائی دیتے ہیں ان سے زیادہ ان کی کوئی حقیقت نہیں رہی۔

یہ عید جسے ہم قربانیوں کی عید کے نام سے یاد کرتے ہیں ایسی عظیم الشان قربانی سے آغاز پاتی ہے، ایک ایسی عظیم الشان قربانی کے ذکر سے شروع ہوتی ہے کہ بنی نوع انسان کی تاریخ میں ایسی کوئی قربانی کبھی کسی کی طرف سے پیش نہیں کی گئی تھی اور پھر ایسی قربانیوں پر جا کر ختم ہوتی ہے کہ تمام انسانی تاریخ میں اتنے وسیع پیانہ پر، اتنے عظیم الشان طریق پر اور اس طرح اللہ کے لئے دلوں کو خالص کرتے ہوئے کبھی کسی قوم نے قربانیاں پیش نہیں کی تھیں۔

لیکن اس عید کو اب جو شکل دی جا چکی ہے وہ اس سے زیادہ نہیں کہ کچھ جانوروں کی گردنوں پر چھریاں پھیری جائیں اور کچھ لوگ گوشت کھانے میں منہمک ہو جائیں اور کچھ اچھے کپڑے پہن لیں اور رحم آئے تو کچھ غرباء کو بھی بھجوا دیں ورنہ گوشت امراء کے گھر میں ہی گھومتا پھرے اور ایک دوسرے کے ساتھ دوستیوں کے تقاضے پورے ہوتے رہیں اور خوب کھا کر اور اس روح سے کلیۃً بے نیاز ہو کر کہ جو اس قربانی کے پیچھے کار فرما تھی، انسان جہاں تک ہو سکے دنیا کی لذتیں حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ یہ ہے اس عید کا خلاصہ جو آج کل منائی جاتی ہے۔

لیکن وہ عید جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منائی تھی وہ کچھ اور عید تھی۔ وہ رضائے باری تعالیٰ کی عید تھی جس کے پیچھے ایک عظیم الشان قربانی کی روح کار فرما تھی۔ چنانچہ قرآن کریم اس عید کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو ایک مبشر اولاد عطا فرمائی اور وہ بیٹا اس عمر کو پہنچا کہ اس کے ساتھ دوڑتا پھرے تو اس وقت ابراہیمؑ نے اپنے اس بچے کو جو چلنے پھرنے اور دوڑنے کی عمر کو پہنچ چکا تھا یعنی آٹھ دس سال کی عمر کا ہو چکا تھا ایک دن الگ لے جا کر ایک بات بتائی، ایک ایسی خواب کا ذکر کیا جو اس سے بہت پہلے وہ دیکھ چکا تھا لیکن وہ سمجھتا تھا کہ اس

بچے کی عمر ابھی اتنی نہیں ہوئی کہ اسے اس خواب کے مضمون سے آگاہ کیا جا سکے۔ چنانچہ جب وہ اس قابل ہوا کہ غور کر سکے اور فکر کر سکے تو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو الگ لے جا کر کہا کہ اے میرے بیٹے! یٰبُنَیَّ کا لفظ بہت پیارے بیٹے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جب باپ بڑے پیار سے اپنے بیٹے کو مخاطب کرتا ہے تو یٰبُنَیَّ کہتا ہے۔ یٰبُنَیَّ کہتے ہیں کہ اے میرے بہت پیارے بیٹے میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے اور خواب یہ دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی مجھے بتا کہ اس کے متعلق تیرا کیا خیال ہے؟ تو کیا سمجھتا ہے کہ یہ کیسا خواب ہے؟ یہاں سوال کھلا چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہ نہیں پوچھا کہ کیا میں تجھے ذبح کروں یا نہ کروں بلکہ ایک کھلا مشورہ مانگا جا رہا ہے۔ مجھے بتا کہ تیرا اس رؤیا کے متعلق کیا خیال ہے؟ ہو سکتا تھا یہ بچہ سن کر کہتا کہ خوابوں کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا خدا جانے آپ نے کس حالت میں یہ خواب دیکھا ہے؟ جب تک یہ نہ پتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ واقعی یہ بات چاہتا ہے ہم کیسے فیصلہ کر سکتے ہیں؟ یہ بھی ایک جواب ہو سکتا تھا اور ایک یہ بھی جواب دیا جا سکتا تھا کہ خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں اس لئے غور کریں میں بھی غور کرتا ہوں کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہے؟ اور ایک یہ جواب بھی دیا جا سکتا تھا کہ خدا تعالیٰ ایسی خواب نہیں دکھا سکتا۔ اپنے محبوب بندے کو جس کو نبوت پر فائز کیا ہو اس کو اس دکھ میں مبتلا نہیں کر سکتا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کو ذبح کرے۔

کئی قسم کے جواب ممکن تھے لیکن یہ ذکر قرآن کریم نے اس لئے محفوظ کیا کہ آپ کو بتائے کہ خدا کے بندے کیسے عظیم الشان بندے ہوتے ہیں جو اگلی نسلوں کو بھی اپنے ہی رنگ میں رنگین کر دیتے ہیں۔ اتنی حیرت انگیز تربیت کرتے ہیں ان بچوں کی جن کو خدا کی راہ میں پیش کرنا ہوتا ہے کہ ایک ادنیٰ سا سقم، ایک ذرا سی خامی بھی ان میں باقی نہیں رہنے دیتے۔ اس چھوٹی عمر کے بچے کا جواب حیرت انگیز ہے۔ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ اے میرے ابا! جو آپ کو حکم دیا گیا وہی کیجئے۔ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ اگر اس لئے آپ پوچھ رہے ہیں کہ کہیں میں بے چین نہ ہو جاؤں، کہیں میں بے قرار نہ ہو جاؤں اور اس وجہ سے آپ اپنے فرض کو پورا نہ کر سکیں؟ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ کہ اے میرے باپ! تو نے میری ایسی تربیت کی ہے کہ تو مجھے یقیناً صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔

یہ ایک ایسا حیرت انگیز جواب ہے اور ایسی عظیم الشان قربانی ہے جو کبھی دنیا میں پیش نہیں کی گئی کہ ایک باپ اپنے پیارے بیٹے کو اور ایسے بیٹے کو جس کی پیدائش سے پہلے اس کی خوش خبری دی گئی تھی اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور وہ بھی رؤیا کی بنا پر کوئی واضح الہام بھی نہیں ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ خدا نے تو مجھے کہا تھا کہ تجھے اولاد دینے والا ہوں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اس مبشر اولاد کو میرے ہاتھوں سے ذبح کروا دے؟ اور بیٹا بھی آگے سے کوئی حیل و حجت نہیں کرتا، کوئی تعبیریں پیش نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے اے میرے باپ! میرا تو مزاج ہی ایسا بنایا گیا ہے کہ جو خدا کا حکم ہے اس کے آگے سر تسلیم خم کر دوں۔ پس جو تجھے حکم دیا گیا ہے ویسا ہی کر، تو مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔

ابھی حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش کا کچھ سفر باقی تھا۔ اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ فرما سکتا تھا کہ ہاں تو نے اس رؤیا کو پورا کر دیا، ہم تیرے دل پر نگاہ ڈال رہے ہیں، ہم تجھے صرف آزمانا چاہتے تھے لیکن ابھی ایک منزل باقی تھی۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس حد تک بڑھنے کی توفیق عطا فرمائی فَلَمَّآ اَسۡلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ پھر جب حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کو زمین پر اوندھے منہ لٹا دیا وَ تَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ کہتے ہیں پیشانی کے بل لٹا دینا۔ اس میں بھی بڑی حکمت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق قرآن کریم کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت ہی نرم دل تھے اس لئے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر شاید آپؑ کے لئے ذبح کرنا مشکل ہوتا۔ عام باپ کے لئے تو یہ ناممکن نظر آتا ہے لیکن باوجود اتنے بڑے حوصلے کے پھر بھی ایک نرم دل انسان کے لئے چہرہ دیکھتے ہوئے اپنے بیٹے کو ذبح کرنا بہت مشکل کام ہے اس لئے الٹا لٹایا تا کہ نہ اس سے بچے کو تکلیف پہنچے اور نہ مجھے زیادہ تکلیف پہنچے۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے ان کو پکارا اور فرمایا اے ابراہیم! تو نے اپنی رؤیا پوری کر دی۔ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ اسی طرح ہم محسنین کو جزا دیا کرتے ہیں۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡبَلٰٓؤُا الۡمُبِيۡنُ یہ تو ایک کھلی کھلی آزمائش تھی۔

اب لفظ مُبِيۡنُ میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کردار پر ایک بہت ہی پیاری روشنی ڈالی ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ یہ ایک چھپی ہوئی مخفی رویا ہے جس کو سمجھنے میں تم نے غلطی کی ہے۔ فرمایا یہ تو ایک کھلی کھلی آزمائش تھی، تم چاہتے تو یہ جان سکتے تھے کہ خدا تو مجھے آزما رہا ہے، یہ رؤیا

ہے، تعبیر طلب بات ہے، اس کے کچھ اور معنی ہیں۔ اتنی کھلی بات کے باوجود بھی تم تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے والے تھے کہ اس دور کے خیال کی وجہ سے کہ شاید اصل نہ ہو تم پھر بھی قربانی کے لئے آمادہ ہو گئے۔

پس اَلْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کردار پر ایک اور پہلو سے بہت ہی پیاری روشنی ڈالی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو تو نے اپنی رؤیا تو پوری کر دی ہے۔ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا کا ایک اور معنی بھی ہے۔ وہ یہ نہیں ہے کہ تو نے اس کو الٹا لٹا کر ذبح کرنے پر آمادگی ظاہر کر کے اپنی رؤیا پوری کر دی بلکہ یہ معنی ہے کہ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا تو پہلے ہی رؤیا کو پورا کر چکا ہے اب دوبارہ کیا کرنے لگا ہے؟ جو اس کا مفہوم تھا وہ تو پورا ہو چکا، تجھے جو پیغام دیا گیا تھا اس پر تو عمل کر بیٹھا ہے اب یہ کیا کرنے لگا ہے؟ اور یہ تو کھلی کھلی آزمائش تھی۔ کوئی ڈھکی ہوئی، کوئی مخفی چیز نہیں تھی جسے تو نہ سمجھ سکا۔ تو میرے پیغام کو سمجھ بھی گیا تھا اور پورا بھی کر دیا تھا لیکن عجیب ہے کہ اب ظاہری رنگ میں بھی پورا کرنے پر آمادہ ہو گئے ہو۔

یہ واقعہ نسبتاً کچھ تفصیل چاہتا ہے پھر آپ کو سمجھ آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کیوں کلام فرمایا، واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو جب بیٹے کی بشارت دی گئی اور بیٹا پیدا ہوا تو اس زمانہ میں حضرت ہاجرہؑ حضرت سارہؑ کے ساتھ رہا کرتی تھیں جو ابراہیمؑ کی پہلی بیوی تھیں اور ان کے اولاد نہیں تھی۔ اولاد ہوئی مبشر تو ان پر حضرت ابراہیمؑ کے پیار کی خاص نظریں پڑنی شروع ہوئیں تو حضرت سارہؑ نے بہت زیادہ حسد محسوس کرنا شروع کیا۔ عورت ویسے ہی سوکن کو برداشت نہیں کر سکتی اوپر سے ایسی سوکن جس کی گود ہری ہو جائے اور گود بھی مبشر بیٹے سے جس کے متعلق عظیم الشان خوشخبریاں دی گئی تھیں۔ یہ حالات ان کے لئے ناقابل برداشت ہو گئے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ پہلے بھی انہوں نے حضرت ہاجرہ کو گھر سے نکال دیا تھا اور اس وقت بیابان میں ایک فرشتہ ان پر ظاہر ہوا اور اس نے تسلی دی اور بہت بڑی بڑی خوشخبریاں عطا کیں۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کو یہ رؤیا دکھائی گئی اور دوسری دفعہ پھر حضرت سارہؑ نے اصرار کیا کہ اس کو کہیں چھوڑ آؤ میں برداشت نہیں کر سکتی۔ اس رؤیا کی تعبیر میں حضرت ابراہیمؑ دراصل اپنی بیوی ہاجرہؑ اور بیٹے کو لے کر خانہ کعبہ کے منہدم شدہ آثار کے قریب چھوڑنے کے لئے گئے تھے یعنی خانہ کعبہ کی تعمیر نو کا جو واقعہ ہے وہ دراصل اسی خواب کی تعبیر کے نتیجہ

میں رونما ہوا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فوراً اس خواب کو ظاہری طور پر پورا نہیں کیا بلکہ معنوی طور پر اسی وقت پورا کر دیا۔ حضرت سارہؑ کا اصرار تھا کہ چھوڑ آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے دکھایا کہ وہ بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کچھ ایسی خوابیں بھی آ چکی تھیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپؑ خانہ کعبہ کو دوبارہ کھڑا کریں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اس خانہ کعبہ کی تعمیر سے وابستہ ہے۔ ان ساری باتوں کے مدنظر آپؑ نے نہایت ہی حکیمانہ طریق پر اس خواب کو پورا کر دکھایا اور اپنے بیٹے اور بیوی کو لے کر اس بے آباد جگہ میں چھوڑ گئے جو واقعۃً ذبح کرنے کے مترادف تھا۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس واقعہ کا ذکر فرمایا ہے اور بہت ہی دردناک طریق پر ذکر فرمایا ہے۔ پیاس کی وجہ سے بیٹا تڑپ رہا تھا اور ایڑیاں رگڑ رہا تھا اور حضرت ہاجرہؑ سے دیکھا نہیں جاتا تھا، بے چینی سے کبھی اس پہاڑی پر جاتی تھیں اور کبھی اس پہاڑی پر اور نظر دوڑاتی تھیں کہ خدا کی رحمت کس طرف سے آئے گی؟ ذبح کرنا اس سے زیادہ اور کیا ہوتا ہے کہ تپتے ہوئے صحرا میں جہاں دن کے وقت بعض دفعہ گرمی ۱۴۰ درجے تک پہنچ جاتی ہے وہاں بیٹے کو چھوڑ کر چلے جانا اور ان کے پاس کھانے کے لئے چند کھجوریں تھی جو ختم ہو گئیں، پانی کا ایک مشکیزہ تھا جو ختم ہو گیا اور اس حالت میں بچہ تڑپ رہا تھا۔ جب حضرت ہاجرہؑ نے فرشتے کی آواز سنی اور گھبرا کر دیکھا کہ یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے پھر پتہ لگا کہ جس طرف بچہ کی ٹانگیں تھیں اس جگہ سے آواز آ رہی تھی اور دوڑ کر گئیں تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہاں پانی کا چشمہ بہہ رہا ہے۔

یہ وہ واقعہ ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ تو نے تو اپنی رؤیا پوری کر دی ہے۔ جو خواب کا اصل مفہوم تھا وہ یہی تھا کہ تو اسے ایک عظیم الشان رسول کی خاطر جو اس کی نسل سے پیدا ہونے والا ہے میری عبادت کے لئے بنائے جانے والے پہلے گھر کے قریب چھوڑ آ اور باوجود اس کے کہ وہاں اس کو تنہا چھوڑنا بغیر کسی سامان کے اسی طرح ہے جس طرح تو اپنے ہاتھوں سے بیٹے کو ذبح کر رہا ہوگا پھر بھی ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ قربانی کر، اس کے نتیجہ میں عظیم الشان نتائج پیدا ہوں گے۔

چنانچہ یہ رؤیا پوری کر چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اب تو تیری جزا کا وقت آیا ہوا تھا۔ اب جبکہ بیٹا یہاں آباد ہو گیا، بڑا ہو گیا، تیرے ساتھ دوڑا پھرتا ہے، یہ تو

محسنین کی جزا کا دور شروع ہو چکا ہے تو پھر دوبارہ قربانی کے لئے آمادہ ہو گیا؟ یعنی اب اس کی نسل سے اللہ تعالیٰ اس رسول کو پیدا فرمائے گا، اس جگہ ایک شہر آباد ہو گیا ہے، یہ تو ساری جزا ہے محسنین کی جو ہم ان کو دیا کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کردار کے اور بھی بعض باریک پہلو ہیں جو اس قربانی سے تعلق رکھتے ہیں اور یہاں بیان ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دل ہمیشہ اللہ کے لئے کچھ نہ کچھ پیش کرنے کے لئے بلکہ سب کچھ پیش کرنے کے لئے تیار رہتا تھا لیکن اس کے باوجود جانتے تھے کہ ایک انسان کو اپنی قربانی پیش کرنے کا تو حق ہے دوسرے کی قربانی لینے کا کوئی حق نہیں اور یہی وہ بنیادی حقیقت ہے جس کو بھول کر مذاہب تباہ ہو جاتے ہیں۔ مذاہب کا آغاز ہوتا ہے اپنی قربانی دینے سے نہ کہ زبردستی دوسرے کی قربانی لینے سے یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس فعل میں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اپنی اولاد سے بھی زبردستی کسی کو قربانی لینے کا حق نہیں۔ ہر فرد آزاد پیدا ہوا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ خدا کی راہ میں تمہاری اولاد قربانیاں کرے تو اس پر بھی تم جبر نہیں کر سکتے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتظار کیا کہ بیٹا بڑا ہو اور بات سمجھنے کے قابل ہو جائے اور فیصلہ کرنے کے لائق ہو جائے پھر اس سے پوچھا کہ یہ میری رؤیا ہے اب تو بتا کہ تیرا کیا ارادہ ہے؟ کیا کرنا چاہئے؟ اتنی حیرت انگیز آزادی ضمیر کا اظہار کیا ہے! باپ تھے اور اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اگر چاہتے تو بغیر پوچھے اسے ذبح کر سکتے تھے لیکن آپؑ نے فرمایا نہیں، میرا دل چاہتا ہے لیکن میرے بیٹے کی جان الگ ہے، اس کا حق ہے۔ ہاں تربیت اس رنگ میں ضرور کی کہ جو جواب آپؑ چاہتے تھے وہی جواب دے۔

پس اس واقعہ میں دو بڑے گہرے سبق ہیں جو ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں۔ ایک یہ کہ مذاہب وہی زندہ رہیں گے جو اپنی قربانیاں پیش کرنے کے لئے تو آمادہ ہوں دوسروں کی زبردستی قربانیاں لینے کا دل میں خیال بھی نہ لائیں اور بگڑے ہوئے زمانوں میں یہ بات ہمیشہ الٹ جاتی ہے۔ بگڑے ہوئے مذاہب کو پہچاننا ہو تو اس حقیقت کو الٹا دیں جو ابراہیمی حقیقت ہے تو آپ کو بگڑے ہوئے مذاہب کی شکل نظر آجائے گی۔ وہ اپنی قربانیاں پیش کرنے کے اہل نہیں رہتے لوگوں کے مال لوٹنے، لوگوں کی جانیں فنا کرنے، لوگوں کو ذبح کرنے کی تعلیم دینے اور گھروں کو آگ لگانے کی تعلیم

دینے پر ہی ان کی تعلیم کا اکتفا ہوتا ہے۔ یہی ان کے مذہب کا خلاصہ ہے۔ گویا خود کچھ بھی خدا کی راہ میں پیش نہ کرو، لوگوں کے مال لوٹ لو اور وہ خدا کے حضور پیش کر دو تو یہ گویا جنت کا آسان نسخہ ہے۔ اپنی جانیں خدا کی راہ میں پیش کرنے کی توفیق نہیں پاتے تو لوگوں کے گلے کاٹو خدا کے نام پر اور ان کو ذبح کر کے ان کے سر خدا کے حضور پیش کر دو۔ یہ ابراہیمی قربانی کا الٹ ہے۔ جب مذہب بگڑتے ہیں تو اس وقت اس قسم کی قربانیاں نظر آ رہی ہوتی ہیں اور جب مذاہب کا آغاز ہوتا ہے خصوصاً عظیم الشان مذاہب کا تو وہاں قربانیاں پیش کرنے والے آپ کو نظر آ رہے ہوتے ہیں، لوگوں سے زبردستی قربانیاں لینے والے نظر نہیں آتے یہاں تک کہ باپ بھی اپنے بیٹے پر ہاتھ نہیں ڈالتا باوجود اس کے کہ وہ سب سے زیادہ اس پر حق رکھتا ہے اور یہ حقیقت ہمیشہ کے لئے طے ہو جاتی ہے کہ سوائے خدا تعالیٰ کے کسی جان پر کسی دوسرے کا حق نہیں ہے۔

پھر دوسرا سبق اس واقعہ میں ہمیں یہ ملتا ہے کہ وہ لوگ جو واقعۃً اللہ کی راہ میں مٹ جانا چاہتے ہیں، فنا ہونا چاہتے ہیں، اپنی زندگیاں اپنے اموال پیش کرنا چاہتے ہیں ان کے دل میں اتنی گہری سچائی ہوتی ہے، اس حقیقت کے ساتھ اتنا اخلاص رکھتے ہیں کہ اپنی قربانی پیش کرنا کافی نہیں سمجھتے، ان کے دل کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ ان کی اولادیں بھی اسی راہ میں فنا ہوتی رہیں اور اولادوں کی اولادیں بھی اسی راہ میں آگے بڑھتی رہیں اور قربانیاں پیش کرتی چلی جائیں اور قربانیوں کا یہ سلسلہ ختم ہی نہ ہو۔ یہ ان لوگوں کی تمنا ہوتی ہے جو حقیقت میں اللہ سے پیار کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں جان فدا کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے لئے اپنی اولاد کے لئے اور اولاد کی اولاد کے لئے دعا کیا کرتے تھے کہ وہ قربانیاں دینے والے بنیں اور میرے نقش قدم پر چلیں۔

اور ابراہیمی نقش قدم تھا کیا؟ بڑا واضح ہے۔ اوّل سے آخر تک خدا کے لئے آگ میں کود پڑنا اور پرواہ نہ کرنا۔ جو کام خدا کے ہیں ان کو پورا کر دینا اور پھر بھی یہ تمنا باقی رہ جانا کہ شاید میں نے ابھی پورا نہیں کیا۔ ابھی تو اس کی تعبیر پوری کی ہے اب اس کو من وعن پورا کروں گا تب میرے دل کو سکون ملے گا۔ تو دعا یہ کیا کرتے تھے کہ اے خدا! میرے جیسے اور پیدا کر میری نسل میں سے بکثرت پیدا کر اور کرتا چلا جا اور اتنی حرص تھی آپؑ کی دعا میں کہ آپؑ یہ بھی دعا کیا کرتے تھے کہ اے خدا! میری ساری اولاد ایسی کر دے۔ یہاں تک کہ قبولیت کے وقت اللہ تعالیٰ کو یہ فرمانا پڑا لَا يَنَالُ عَهْدِي

الظّٰلِمِيْنَ (البقرہ: ۱۲۵) ابراہیم! میں تیری تمنا پر نظر رکھ رہا ہوں۔ میں تیری دعاؤں کو قبول کرتا ہوں لیکن ظالموں کو تیری دعائیں نہیں پہنچ سکیں گی۔ جس طرح قربانی کرنے والا آزاد ہے اسی طرح ظلم کرنے والا بھی آزاد ہے۔ ہر شخص کو خدا نے مختار بنا دیا ہے اس لئے جو شخص شوق کے ساتھ اور طوعی طور پر تیری نسل میں سے قربانیوں کے لئے آمادہ ہوگا اس کو مقامات اور مرتبے عطا کریں گے لیکن جو لوگ اس کے لئے آمادہ نہیں ہوں گے ان کو ہم کچھ بھی عطا نہیں کریں گے۔

پھر اس واقعہ سے ایک اور پہلو بھی روشن ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب لوگ یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنی اولاد خدا کے حضور پیش کریں تو تربیت بھی تو ویسی ہی کرتے ہیں۔ صرف منہ سے کہہ کر بات بھول نہیں جایا کرتے۔ چنانچہ اس کا اظہار ہمارے سامنے بھی کئی شکلوں میں ہوتا رہتا ہے۔

دراصل جماعت احمدیہ بھی اسی درخت کا پھل ہے جس کی جڑیں اس وقت خانہ کعبہ کے قریب پیوست کی گئیں جس وقت یہ قربانی پیش کی جارہی تھی۔ یہ وہی درخت ہے جو حضرت محمد مصطفی ﷺ کی عظیم الشان صورت میں ظاہر ہوا اور اس زمانہ میں اس درخت نے بے انتہا پھل دیئے۔ یہ وہی درخت ہے جس کی شاخوں پر قربانیوں کے حیرت انگیز پھل لگ رہے تھے، ایسے پھل جو گنے نہیں جاتے تھے، ایسی مٹھاس تھی ان میں، ایسی خوشبو تھی کہ کبھی دنیا نے روحانی طور پر کسی ایسے پھلدار درخت کو نہیں دیکھا تھا، نہ ایسے لذیذ، ایسے خوشبودار، ایسے دائم رہنے والے پھلوں کا کبھی نظارہ کیا تھا جیسا کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے زمانہ میں اس ابراہیمی درخت کو پھل لگے تھے۔ اور اب جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتے ہیں کہ میں ابراہیمؑ بھی ہوں تو خوب یاد رکھیں کہ آپؑ کی صورت میں دوبارہ ابراہیمی قربانیوں کو زندہ کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ اسی درخت کو دوبارہ خدا تعالیٰ نے ثمر دار کر دیا ہے جس نے ایک عرصہ کے بعد پھل دینا بند کر دیا تھا۔ اور ان تمام آیات میں جتنے پیغامات ہیں یہ ماضی کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے یہ آپ کی ذات کے ساتھ بھی تعلق رکھتے ہیں، اس حال کے ساتھ بھی تعلق رکھتے ہیں جس حال سے ہم گزر رہے ہیں اور احمدیت کے مستقبل کے ساتھ ہمیشہ تعلق رکھتے چلے جائیں گے اس لئے ضروری ہے کہ آپ ان پیغامات کو خوب تفصیل سے سمجھیں۔

چنانچہ میں یہ بتا رہا تھا کہ اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک یہ پیغام بھی دیا کہ جو لوگ واقعۃً خدا کی راہ میں اپنی اولاد کو پیش کرنا چاہتے ہیں ان کا کردار یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت ایسی

کرتے ہیں کہ پھر زبردستی نہ ہونے کے باوجود وہ خود اپنے آپ کو پیش کرنے کے لئے بے قرار ہو جایا کریں۔ چنانچہ ہم نے جو تجربے کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سے ایسے واقفین ہیں جنہوں نے اپنی اولادوں کو وقف کیا اور پھر ان کی اچھی تربیت کی۔ ان کے اندر یہ روح پھونکی، بچپن سے ان کے کانوں میں یہ بات ڈالی کہ زندگی کی اصل حقیقت قربانی ہے باقی سب تو یونہی موت کا دوسرا نام ہے۔ چنانچہ جب وہ بڑے ہوئے تو انہوں نے اپنے والدین کے عہد کو پورا کیا اور تا مرگ وہ اپنے عہد پر قائم رہے۔ اس کے برعکس کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو خواہش رکھتے ہیں لیکن کچھ عرصہ کے بعد ان کی طرف سے اس قسم کے خطوط ملنے لگ جاتے ہیں کہ ہم بہت بے قرار اور بے چین ہیں، ہم چاہتے تو یہ ہیں کہ ہمارے بچے واقف زندگی بنیں، ہم نے بچپن سے ان کو وقف کیا ہوا تھا لیکن اب یہ جوان ہو گئے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم وقف میں نہیں جانا چاہتے۔ اس میں کوئی شک نہیں وہ اس معاملہ میں بے اختیار ہیں۔ چنانچہ بعض دفعہ ایسے والدین مل کر بے اختیار زار و قطار رونے لگے یہاں تک کہ روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ گئیں کہ ہمارا کیا حال ہے کہ اولاد کو وقف کیا تھا، خواہش تھی کہ اولاد بڑی ہوگی، دین کے لئے قربانیاں پیش کرے گی، ہمارے دلوں کو تسکین پہنچے گی لیکن یہ اب بڑے ہو کر اس بات سے منکر ہو گئے ہیں۔ ابھی حالیہ دورے میں سنگاپور میں بھی ایسے دوست مجھے ملے جنہوں نے ابھی آدھی بات کی تھی تو ان کا روتے روتے برا حال ہو گیا۔ میں نے سمجھا پتہ نہیں کون سا غم ہے کہ جو اس قدر نا قابل برداشت ہو رہا ہے؟ آخر پر انہوں نے یہ بتایا کہ میں نے پہلے ایک بیٹا وقف کیا وہ جب بڑا ہوا تو وہ پھر گیا۔ پھر میں نے دوسرا بیٹا وقف کیا وہ بڑا ہوا پھر وہ بھی پھر گیا اور اب مجھ سے یہ غم برداشت نہیں ہوتا۔ اب ایک تیسرا بیٹا ہے دعا کریں اللہ تعالیٰ اس کو توفیق عطا فرمائے اور بڑا ہو کر واقف زندگی بنے۔ پس ان کے دل کی تمنا تو بہت مخلصانہ تھی اس میں کوئی شک نہیں لیکن ابراہیمی قربانی سے انہوں نے یہ سبق نہیں سیکھا کہ جب پورے اخلاص سے اولاد کو وقف کرو تو بچپن سے ہی اس کی طرف پوری توجہ بھی دو۔ اس کی تربیت ایسی ہو کہ بڑے ہو کر اگر اس کو یہ کہو کہ آؤ میں تمہاری گردن کاٹتا ہوں تو وہ کہے ہاں اے ابّا ضرور ایسا کرو کیوں کہ خدا کا حکم ہے کہ ایسا کرو۔

جب تک جماعت احمدیہ اپنے اندر یہ روح پیدا نہیں کرتی اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل خدا کی راہ میں قربانی کرنے کے لئے تیار نہیں ہو جاتی اس وقت تک حقیقت میں ہمارے درخت وجود

کو ابراہیمی صفت کے پھل نہیں لگ سکتے ۔ نہ لگ سکنے کی بات تو میں محاورۃً کہہ رہا ہوں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمثیلی طور پر ابراہیمؑ قرار دیا تو واقعۃً ایک عظیم الشان واقفین کی نسل پیدا کرنے کی بھی توفیق بخشی اور آج ہزار ہا لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنی تمناؤں کی گردنوں پر چھری پھیر دی ہے اور **ذبح عظیم** کا جو ذکر قرآن کریم میں ملتا ہے وہ یہی **ذبح عظیم** ہے۔

بعض لوگ غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ کَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ اور فَدَیۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ کا مطلب صرف اتنا ہے کہ ابراہیمؑ ہم نے تمہیں کیسی اچھی جزا دی کہ ایک مینڈھا تمہیں پکڑا دیا۔ جن قوموں کے تصور بگڑ جائیں، جو دنیا دار بن جائیں، انکی تعبیر بھی ایسی ہی ہونے لگ جاتی ہے کہ بیٹے کی قربانی تو معمولی چیز تھی ، یہ اصل مینڈھے کی قربانی ہے جو خدا تعالیٰ چاہتا تھا **نعوذبالله من ذالک** ۔اس سے ہرگز یہ مراد نہیں تھی۔ مراد یہ تھی کہ ذبح عظیم تو وہ تھا جو تم کر چکے ہو۔ ایک دفعہ گردن پر چھری پھیرنا تو کوئی چیز نہیں ہے جو ساری زندگی کے لئے اپنی اولاد کی ساری تمنائیں قربان کر بیٹھا ہو، جسے وہ تپتے ہوئے صحرا میں چھوڑ آیا ہو جہاں تڑپ تڑپ کر اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دینے کے سوا اور کچھ نہ ہو اور پھر اپنی بیوی کو پیچھے چھوڑ آیا ہو جو اپنے بیٹے کی قربانی کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھے کہ پیاس کی وجہ سے بلک بلک کر بچے کے ہونٹ خشک ہو رہے ہوں اور اس حالت میں وہ اسے جان دیتے دیکھ رہی ہو۔ یہ ہے وہ عظیم قربانی جس کا اللہ تعالیٰ ذکر فرما رہا ہے کہ ذبح عظیم کے ذریعے ہم نے تمہاری رؤیا پوری کر دی ہے اور آئندہ بھی ہونے والی ہے۔ یہ ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے جو جاری رہے گا اور تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں نے ابھی تک خواب پورا نہیں کیا۔

پس ذبح عظیم ہرگز وہ مینڈھا یا بچھڑا نہیں تھا جو بائیبل میں لکھا ہوا ہے کہ وہ مینڈھا تھا جس کے سینگ جھاڑیوں میں پھنس گئے تھے، اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کرنے کے لئے پکڑ لیا تھا۔ وہ تو ٹھیک ہے ظاہری طور پر اللہ نے ضرور ایسا فرمایا ہوگا لیکن نہ وہ ذبح عظیم تھا نہ جو بکرے ذبح کئے جاتے ہیں یہ ذبح عظیم ہے۔ اگر ذبح عظیم کی روح کو آپ نے بھلا دیا تو بے شک کروڑوں بکرے بھی آپ ذبح کرتے چلے جائیں آپ ذبح عظیم کی بات پوری کرنے والے نہیں بن سکیں گے۔ ذبح عظیم تو وہی ہوتا ہے جو دلوں کا ذبح ہو رہا ہوتا ہے۔ ذبح عظیم تو وہ ہوتا ہے جو انسان ہمیشہ کے لئے

اپنے آپ کو وقف کرتا ہے اور اپنی ساری تمنائیں کسی اور کے ہاتھوں میں پکڑا دیتا ہے۔ اپنے سارے حقوق اپنے ہاتھوں سے تلف کر دیتا ہے اور کہتا ہے جماعت جہاں چاہے، جس طرح چاہے خدا کی راہ میں کام لے خواہ میں بیوی بچوں کے ساتھ رہوں، خواہ میں ان کے بغیر رہوں، خواہ جہاں میں جاؤں وہاں لوگ میری عزت کریں یا مجھے ذلیل کرنے کی کوشش کریں۔ جس طرح چاہے دنیا مجھ سے سلوک کرے مگر میں جو خدا کے نام پر آگے بڑھ چکا ہوں اس سے میں پیچھے نہیں ہٹوں گا، اور زندگی بھر پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ یہ ہے ذبح عظیم جس کی طرف حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربانیاں اشارہ کر رہی ہیں اور جو ذبح عظیم سب سے زیادہ شان کے ساتھ دنیا نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانہ میں دیکھا اور آج جس کا اعادہ ہوا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں۔

پس اگر آپ اس تعبیر کو سمجھ لیں اور حقیقت کو زندہ رکھیں تو پھر دنیا میں صرف ایک ہی جماعت ہوگی جو سچی عید منانے کی مستحق ہوگی اور وہ جماعت احمدیہ ہوگی۔ باقی سارے تو بکرے ذبح کر کر کے گوشت کھا رہے ہوں گے اور آپ اللہ کی رضا حاصل کر رہے ہوں گے۔ خدا کے پیار کی نگاہیں آپ پر پڑ رہی ہوں گی۔ آپ اس عید کے مستحق بنائے جائیں گے جو ابراہیمؑ کی عید تھی، جس کا انجام خدا تعالیٰ نے یوں بتایا سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۱۰﴾ کہ اے میرے بندے آج تیری عید ہے کیونکہ عرش کا خدا تجھ پر سلام بھیج رہا ہے اور قیامت تک جب تک انسان باقی رہیں گے تجھ پر سلام بھیجتے رہیں گے۔

پس اس پہلو سے اس عید کو ہمیشہ کے لئے زندہ رکھنا جماعت احمدیہ کے سپرد ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہمیشہ ایک نسل پر نہیں بلکہ ایک نسل کے بعد اگلی نسل پر، پھر اس سے اگلی نسل پر بھی ہم قربانیوں کو کامل کرتے چلے جائیں اور قربانیاں دینے کے باوجود بھی اس ابراہیمی روح کا مظاہرہ کریں اور اس تکبر میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ ہم نے قربانیاں دے دیں بلکہ اس عاجزی کا شکار رہیں کہ سب کچھ دیا ہے لیکن تمنا پوری نہیں ہوئی۔ ہوسکتا ہے ابھی بھی کچھ باقی رہ گیا ہو۔ اس پہلو سے بھی پورا کروں، اس پہلو سے بھی پورا کروں۔ یہ ہے ابراہیمی روح جو خدا کو پیاری تھی جس کی وجہ سے ہمیشہ ہمیش کے لئے اس کا نام زندہ رکھا گیا اور ہمیشہ ہمیش کے لئے نسلیں اس پر سلام بھیجتی رہیں گی۔ خدا کرے کہ ہمیں اس عید کو ہمیشہ اس کی کامل زندگی کی روح کے ساتھ منانے کی توفیق عطا

ہوتی رہے۔ آمین۔

خطبہ ثانیہ کے دوران فرمایا:

جماعت احمدیہ نا ندی کے لئے اس لحاظ سے یہ ایک تاریخی دن ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد آج تک کبھی کسی خلیفۃ المسیح کو موقع نہیں ملا اور خدا تعالیٰ کی تقدیر میں یہ نہیں تھا کہ وہ فجی آ سکے اور پہلی مرتبہ احمدیت کی تاریخ میں یہ واقعہ ہوا ہے اور فجی کے سفر کا آغاز نا ندی سے ہوا ہے اور خدا تعالیٰ نے یہ فضل بھی فرمایا کہ عید کا مبارک دن بھی نا ندی ہی میں منانے کی توفیق عطا فرمائی۔

پس اس پہلو سے کہ خلیفۃ المسیح نا ندی میں احباب کے ساتھ عید منا رہا ہے اس لئے میں آپ کو اس طرف توجہ دلا رہا ہوں کہ اس عید پر میں نے آپ کو جو پیغام دیا ہے اس کو یاد رکھیں۔ یہ آپ کی پوری زندگی کا پیغام ہے۔ اگر آپ نے خلیفہ کے وجود کے ساتھ خالی عید منالی اور اس پیغام کو بھول گئے تو پھر یہ خدا کی نظر میں عید نہیں ہوگی۔ عید تو تبھی عید بنے گی جب آپ اپنے بچے اسی ابراہیمی روح کے ساتھ اللہ کے حضور پیش کرنے کا عہد کریں گے اور ان کی اچھی تربیت کریں گے اور یہ فیصلہ کریں گے کہ جب تک ہم کم از کم سارے فجی کو احمدیت کے نور سے منور نہ کر دیں اس وقت تک ہم چین نہیں لیں گے۔ آج آپ یہ فیصلہ کرلیں اور اپنے دلوں میں قربانی کے ارادے مضبوط کرلیں اور پھر آپ کا بعد کا عمل ان ارادوں کو سچا کر دکھائے تو یہ ہے وہ حقیقی عید جو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا ساتھ نہیں چھوڑے گی۔ عام عید خواہ کتنی بڑی تاریخی عید ہو یہ آج آئی اور کل سے ماضی بننا شروع ہو جائے گی لیکن جس عید کی میں بات کر رہا ہوں یہ تو آپ کی اولادوں میں بھی جاری رہے گی۔ پس آج جس عید کا میں فجی میں بیج بو رہا ہوں کوشش کریں کہ اس کا پھل آپ کو ہمیشہ ہمیش عطا ہوتا رہے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین۔

اس کے بعد حضور نے دعا کروائی۔